بیت المال کی عادلانہ تقسیم سیرت معصومینؑ کی روشنی میں

غلام مرتضی انصاری[1]

خلاصہ

عدالت ایک ایسی صفت ہے کہ مکتب اہل بیت {ع} میں اسے اصول دین میں شمار کیا ہے ورنہ اللہ تعالی کی اور بھی سینکڑوں صفتیں تھیں جیسے خالق، رازق، رحمٰن، رحیم، قہار، غفار، و۔۔۔ لیکن جس طرح لفظ جلالہ "اللہ" کا ذکر آتا ہے تو باقی تمام اسمائے الہی سمٹ جاتے ہیں اسی طرح جب عدالت والی صفت کا ذکر ہوتا ہے تو باقی تمام صفات بھی اسی میں سمٹ جاتی ہیں۔ پس جس شخص یا معاشرہ میں عدالت قائم ہو جائے وہ الہی انسان اور معاشرہ بن جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالی اور اس کے انبیاء اور اولیاء بھی چاہتا ہے کہ بنی نوع بشر کے درمیاں بھی زندگی کے تمام شعبوں میں عدالت قائم ہو جائے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر بیت المال کی عادلانہ تقسیم سیرت معصومین ع کی روشنی بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس موضوع کے ذیل میں عدالت، بیت المال، سیرت امیر المومنین اور ساتھ ہی سیرت بعض شہدائے آٹھ سالہ دفاع مقدس کو ہم جیسے گناہگاروں کے لئے بعنوان عبرت بیان کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: عدالت، ناانصافی، تبعیض، بیت المال، سیرت معصومینؑ۔

---

[1] پی، ایچ، ڈی اسکالر، شعبہ فقہ تربیتی المصطفیٰ یونیورسٹی ایران

تاریخ وصول: ۸/۲/۲۰۲۲ تاریخ تائید: ۹/۴/۲۰۲۲

مفہوم شناسی

بیت المال سے مراد

بیت المال وہ مکان جہاں اسلامی حکومت اپنا خزانہ قرار دے کر اموال کو جمع کیا جاتا ہے جس میں سارے مسلمان برابر کے حصہ دار ہیں۔ اسی کو حکومت اسلامی کا خزانہ کہلاتا ہے۔[۲] انہیں مصالح عامہ میں برابر تقسیم کرنا حکومت کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے۔

عدالت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لغت میں عدالت سے مراد استواء یا استقامت یا دونوں مراد ہے۔ جیساکہ عدالت کو روح انسانی کی صفات میں سے شمار کیا گیا ہے جو تقوا کے ساتھ ہو، جیساکہ قرآن کریم نے فرمایا: اعدلوا هو اقرب للتقوی۔[۳] عدل سے مراد برابری اور مساوات ہے۔

عدالت کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں عدالت کی مختلف تعبیریں ذکر ہوئی ہیں، مفہوم کے لحاظ سے عدل جو امور خدا میں استعمال ہوا ہے اور وہ عدل جو انسان سے مربوط ہے ایک ہی ہے فقط مصادیق کے لحاظ سے فرق ہے۔ شریعت کی زبان میں عدالت سے مراد راہ حق میں سچائی اور ہوائے نفس پر عقل کو مقدم رکھنے کا نام ہے۔ اور مجتہدین کی اصطلاح میں عدالت سے مراد: گناہان کبیرہ سے اجتناب کرنا اور گناہان صغیرہ کا تکرار نہ کرنا۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں: عدالت یعنی نہ افراط و نہ تفریط۔[۴] شیخ اعظم انصاری کہتے ہیں: عدالت یعنی استقامت۔[۵] مرحوم علامہ طباطبایی فرماتے ہیں: عدالت یعنی ہر چیز کو اپنا اپنا حق پہنچانا۔[۶] شہید مطہری فرماتے ہیں: عدالت سے مراد ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا کرنا۔[۷]

فلاسفر، حکماء اور دانشمند حضرات کی نگاہ میں عدالت کی مختلف تعریفیں ملتی ہیں: ارسطو کہتے ہیں: عدالت کا ایک عام معنی ہے جس کے مطابق تمام فضائل کو کہا جاتا ہے، یعنی ساری فضیلت ہے نہ فضیلتوں کا ایک جزء۔[۸] اور عدالت اس سلسلہ کا نام ہے جو سماج اور معاشرہ میں موجود افراد کے درمیاں وحدت اور ہماہنگی کا باعث ہے۔[۹]

۲۔ فرہنگ عمید۔

۱. سورہ مائدہ، آیہ ۷۔

۲. شرح نہج البلاغہ، ج ۱۸، ص ۲۱۶ و ۲۷۲۔

۳. مکاسب، رسالہ عدالت، ص ۳۲۶۔

۶۔ المیزان، ج ۱۲، ص ۲۵۳۔

۷۔ بررسی مبانی اقتصادی اسلامی، ص ۱۶۔

۸۔ شرح حدیث جنود و عقل و جہل، امام خمینی، ص ۱۵۱۔

۹۔ تاریخ فلسفہ سیاسی، ج ۱، ص ۱۰۹۔

البتہ یہ ساری تعریفیں امیر بیان مولا علیؑ کے کلام «اعطاء کل ذی حق حقہ» ۱۲ سے ماخوذ ہے کہ دوسری جگہ فرماتے ہیں: افراط و تفریط سے اجتناب کرتے ہوئے میانہ روی اختیار کرنا اور حق دار کو اس کا حق دینے کا نام عدالت ہے۔ ۱۳ مہمترین عدالت ہر چیز کا اپنی مناسب جگہ پر رکھنے کا نام ہے۔

عدالت، احسان سے بھی افضل

وَ سُئِلَ ع أَيُّهُمَا [أَيُّهُمَا] أَفْضَلُ الْعَدْلُ أَوِ الْجُودُ فَقَالَ الْعَدْلُ يَضَعُ الْأُمُورَ مَوَاضِعَهَا وَ الْجُودُ يُخْرِجُهَا مِنْ جِهَتِهَا وَ الْعَدْلُ سَائِسٌ عَامٌّ وَ الْجُودُ عَارِضٌ خَاصٌّ فَالْعَدْلُ أَشْرَفُهُمَا وَ أَفْضَلُهُمَا۔ [۱] اور جب امیر المومنینؑ سے سوال ہوا کہ عدل و انصاف بہتر ہے یا جود و سخا؟ تو فرمایا: عدل افضل ہے کیونکہ عدل ہر چیز کو اپنی مناسب جگہ پر رکھتا ہے لیکن جود و سخاوت ہر چیز کو اس کی جگہ سے نکال لیتی ہے۔ اور عدل اصل ہے لیکن سخاوت فرع ہے، پس عدل اشرف اور افضل ہے۔ عدل و احسان میں فرق یہ ہے کہ عَدل جزا اور سزا دینے میں مساوات کا نام ہے لیکن احسان جزا دینے میں زیادہ روی کا نام ہے۔"

امام علیؑ اور بیت المال کی تقسیم

امیر المؤمنین علیہ السّلام نے اپنی چند سالہ حکومت کے دوران پوری کوشش کی کہ سماج سے فقر اور فاقہ کو ختم کیا جائے اور گذشتہ حکومتوں کے دوران جو طبقاتی نظام قائم ہوا تھا، جس کی وجہ سے لوگ ذلت اور خواری کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے تھے، ان کو پھر سے باعزت زندگی دلانے کی دن رات کوشش فرماتے رہے۔ یعنی امام چاہتے تھے جو رسول خداؐ کے زمانے میں عدل اور مساوات قائم کر چکے تھے، اسے دوبارہ معاشرہ میں قائم کرے، اس راہ میں اعتراض کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: لَو قَد اسْتَوَت قَدَمایَ مِن هذه المَدَاحِضِ لَغَيَّرْتُ أشياءَ۔ [۲] اگر ان پھسلنے والی جگہوں پر میرے قدم جم گئے تو میں بہت سی چیزوں کو بدل دوں گا (جنہیں پیشرو خلفاء نے ایجاد کیا ہے اور جن کا سنت پیغمبر اکرمؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام کا یہ فرمانا اسلامی معاشرہ میں مرسوم شدہ انحرافات پر سخت پریشانی اور افسوس پر دلالت کرتا ہے۔ عثمان کے زمانہ میں جب سعید بن عاص نے امام کا مسلمہ حق کو بیت المال سے اقتصادی محاصرہ کے غرض سے غصب کیا تھا اور جب واپس نہیں کر رہا تھا تو اس وقت فرمایا:

انَّ بَنی أُمَيَّهَ لَيُفَوِّقُونَنی تُراثَ مُحمَّدٍ صلّی الله علیه و آله تَفْويقاً وَاللهِ لَئِنْ بَقيتُ لَهُمْ لأَنْفُضَنَّهُم نَفْضَ اللَّحَّامِ الوِذَامَ التَّرِبه؛ [۳]

یہ بنی امیہ مجھے میراث پیغمبر (ص) کو بھی تھوڑا تھوڑا کرکے دے رہے ہیں حالانکہ اگر میں زندہ رہ گیا تو اس طرح جھاڑ کر پھینک دوں گا جس طرح قصاب گوشت کے ٹکڑے سے مٹی کو جھاڑ دیتا ہے۔

---

۱. ابن ابی الحدید، عبد الحمید بن ہبہ اللہ، شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، ج ۲۰؛ ص ۸۵، مکتبۃ آیۃ اللہ المرعشی النجفی - قم، چاپ: اول، ۱۴۰۴ق۔

۲. لسان العرب، ج ۱، ص ۴۳۶؛ راغب، مفردات، مادہ عَدل؛ مفردات ترجمہ و تحقیق غلامرضا خسروی حسینی، ج ۲، ص ۵۶۵؛.

۳. نہج البلاغہ، کلمات قصار ۲۷۲۔

۴. ہمان، خطبہ ۱۵۔

آپ کے دور حکومت میں بیت المال بہت زیادہ تھا لیکن ان کی تقسیم میں مساوات کا برقرار کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ خلفائے ثلاثہ کے دور حکومت میں اصل مساوات بالکل ختم ہو چکی تھی۔ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں : جب خلیفہ دوم بر سر خلافت آیا تو قریش مہاجرین کو غیر قریش مہاجرین سے زیادہ سہم دینے لگا۔ عرب کو عجم کی نسبت زیادہ دینے لگا اس تبعیض کے ساتھ مقابلہ کرنا علیؑ کیلئے بہت سخت تھا کیونکہ یہ نابرابری اور ناانصافی دینی اور قانونی رنگ پکڑ چکی تھی اس طرح خلیفہ سوم نے بھی اس سنت کو آب وتاب کے ساتھ جاری رکھتے ہوئے بیت المال کو اپنی ذاتی جاگیر کے طور پر خرچ کیا، چنانچہ اپنے بھائی ولید کو کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا اس وقت ابن مسعود بیت المال کا خازن تھا، سے قرض لیا اور واپس کرنے کا جب وقت آیا لیکن اس کے دینے کا ارادہ ہی نہیں تھا، ابن مسعود نے عثمان کو خط لکھا کہ آپ کا بھائی بیت المال واپس نہیں کر رہا، تو عثمان نے جواب دیا: "ابن مسعود ! تو ہمارا خزانہ دار ہو جو ولید نے خزانے سے لیا ہے اس سے متعرض نہ ہو"

جب یہ خط ابن مسعود نے پڑھا تو سخت ناراض ہوا اور کہا میں تو سوچ رہا تھا مسلمانوں کا خزانہ دار ہوں اب پتہ چلا تمہارا خزانہ دار تھا، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ [۱۴] عثمان کا یہ کہنا ایک معمولی بات نہیں تھی بلکہ یہ خلیفہ وقت کا قول تھا۔ اگر یہی حال رہا تو بیت المال کی تقسیم خلیفہ وقت کی ذاتی اغراض و مقاصد پر ہونا قانونی بنتا۔ لیکن اس کے مقابلے میں رفتار علوی کیسی تھی چناچہ اشعث بن قیس کو جو آذر بائیجان میں آپ کی طرف سے والی تھا، کو لکھتے ہیں: وَ إِنَ عَمَلَكَ لَيْسَ لَكَ بِطُعْمَة وَ لَكِنَّهُ فِي عُنُقِكَ أَمَانَةٌ وَ أَنْتَ مُسْتَرْعًى لِمَنْ فَوْقَكَ لَيْسَ لَكَ أَنْ تَفْتَاتَ فِي رَعِيَّةٍ وَ لَا تُخَاطِرَ إِلَّا بِوَثِيقَةٍ وَ فِي يَدَيْكَ مَالٌ مِنْ مَالِ الله تَعَالَى وَ أَنْتَ مِنْ خُزَّانِه حَتَّى تُسَلِّمَهُ إِلَيَّ وَ لَعَلِّي أَلَّا أَكُونَ شَرَّ وُلَاتِكَ لَكَ وَ السَّلَام۔[۱۵] آپ نے آذر بائیجان کے عامل اشعث بن قیس کے نام لکھا: یہ تمہارا منصب کوئی لقمہ تر نہیں ہے بلکہ تمہاری گردن پر امانت الٰہی ہے اور تم ایک بلند ہستی کے زیر نگرانی حفاظت پر مامور ہو۔ تمہیں رعایا کے معاملہ میں اس طرح کے اقدام کا حق نہیں ہے اور خبردار کسی مستحکم دلیل کے بغیر کسی بڑے کام میں ہاتھ مت ڈالنا۔ تمہارے ہاتھوں میں جو مال ہے۔ یہ بھی پروردگار کے اموال کا ایک حصہ ہے اور تم اس کے ذمہ دار ہو جب تک میرے حوالہ نہ کر دو اور شائد اس نصیحت کی بنا پر میں تمہارا برا ولی نہ ہوگا۔ والسلام

آپ کا یہ فرمانا، بیت المال کی ماہیت اور خزانہ داری کی وضعیت کو واضح کرتا ہے کہ مال جو حاکم کے اختیار میں ہے وہ خدا کا ہے نہ حاکم کا۔ اسی لئے امیر المؤمنینؑ کے نزدیک بیت المال کی تقسیم میں نہ تقوی ملاک تھا اور نہ رسول خداﷺ کی رشتہ داری، قرابت اور مصاحبت ملاک تھا اور نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ۔ یہی وجہ تھی طلحہ و زبیر جب خلاف مساوات حقوق کا مطالبہ کرنے کی غرض سے، بیعت کرنے آئے تو فرمایا: ایک درہم بھی تم میں اور غلام حبشی فلج میں فرق نہیں کروں گا۔ اسی طرح شیعوں کا ایک گروہ آیا اور پیشنہاد دینے لگا کہ آپ مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے شیعوں کو فی الحال کچھ زیادہ بیت المال میں سے دیں تاکہ یہ لوگ آپ سے جدا نہ ہوں اور جب ان کا ایمان پکا ہو جائے تو ان میں بھی مساوات کے ساتھ بیت المال تقسیم فرمائیں، اسی طرح جب مالک

۱۔ ہمان، خطبہ ۱۲۶۔

۲۔ شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید؛ ج ۱۴؛ ص ۳۳۔

اشتر نے بھی یہی پیشنادد ی کہ مولا! جنگ جمل بھی ختم ہو چکا اور اہل بصرہ اور کوفہ جو جنگ صفین میں شامیوں پر غالب آ چکا ابھی لوگ آپ کے بیت المال میں عادلانہ تقسیم کی وجہ سے آپ سے دور اور معاویہ سے نزدیک ہوتے جارہے ہیں۔ لوگ آپ کی عدالت کا تاب نہیں رکھتے۔ اہل دین بہت کم ہو گئے ہیں اکثر لوگ دین کو مال دنیا کے مقابل میں فروخت کرتے ہیں ممکن ہے یہ اموال ان پر خرچ کرے تو آپ کی طرف راغب ہو جائیں گے اور خدا بھی آپ کو دشمن پر فاتح قرار دے اور دشمن کو سرکوب کرے۔

امامؑ نے فرمایا: اتأمُرُنی أنْ أطلُبَ النصرَ بِالجُورِ فیمَن وُلّیتُ عَلیه؟ واللہ مَا أطُوْرُ بِه ما سَمَر سَمیرٌ وَ ما أمّ نَجمٌ فی السَّماء نَجماً، لَو کانَ المالُ لی لَسوَّیتُ بَینَهُم، فَکَیفَ وَ إنَّما المالُ مالُ اللہ، اَلا وَ إنَّ إعطاءَ المالِ فی غَیرِ حَقِّه تَبذیرٌ و اسرافٌ وَ هُوَ یَرفَعُ صاحِبَهُ فی الدُّنیا و یَضَعُهُ فی الآخرہ و یُکَرِّمُهُ فی النّاسِ و یُهینُه عندَ اللہ۔۔۔[۱۶]

یعنی جب عطا یا کی برابری پر اعتراض کیا گیا: ان پر ظلم کرکے چند افراد کی کمک حاصل کرلوں۔ خدا کی قسم جب تک اس دنیا کا قصہ چلتا رہے گا اور ایک ستارہ دوسرے ستارہ کی طرف جھکتا رہے گا ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ مال اگر میرا ذاتی ہوتا جب بھی میں برابر سے تقسیم کرتا چہ جائیکہ یہ مال مال خدا ہے اور یاد رکھو کہ مال کا ناحق عطا کر دینا بھی اسراف اور فضول خرچی میں شمار ہوتا ہے اور یہ کام انسان کو دنیا میں بلند بھی کر دیتا ہے تو آخرت میں ذلیل کر دیتا ہے۔ لوگوں میں محترم بھی بنادیتا ہے تو خدا کی نگاہ میں پست تر بنادیتا ہے اور جب بھی کوئی شخص مال کو ناحق یا نااہل پر صرف کرتا ہے تو پروردگار اس کے شکریہ سے بھی محروم کر دیتا ہے اور اس کی محبت کا رخ بھی دوسروں کی طرف مڑ جاتا ہے۔ پھر اگر کسی دن پیر پھسل گئے اور ان کی امداد کا بھی محتاج ہو گیا تو وہ بد ترین دوست اور ذلیل ترین ساتھی ہی ثابت ہوتے ہیں۔

تقسیم اموال میں کس قدر دقیق اور سخت تھے، آپ کے نزدیک عزیز واقرباء، مجاہد، یتیم، بیوہ، عرب وعجم، قرشی، غیر قرشی، نامفہوم عناوین تھے۔ کسی کو کسی کے اوپر کوئی فوقیت نہیں تھی سب کو برابر کرکے دیتے تھے۔ چنانچہ وہ مشہور واقعہ جو اپنے بھائی عقیل کے ساتھ رونما ہوا، آپ کے نظروں کے سامنے ہے، فرماتے ہیں: واللّٰہ لَقَدْ رَأَیْتُ عَقِیلًا وقَدْ أَمْلَقَ ۔۔۔ فَقُلْتُ لَه ثَکِلَتْكَ الثَّوَاکِلُ یَا عَقِیلُ - أَتَئِنُّ مِنْ حَدِیدَةٍ أَحْمَاهَا إِنْسَانُهَا لِلَعِبِه - وتَجُرُّنِي إِلَی نَارٍ سَجَرَهَا جَبَّارُهَا لِغَضَبِه - أَتَئِنُّ مِنَ الأَذَی ولَا أَئِنُّ مِنْ لَظَی۔[۱۷] خدا کی قسم میں نے (اپنے بھائی) عقیل کو سخت فقر وفاقہ کی حالت میں دیکھا یہاں تک کہ وہ تمھارے (حصہ کے) گیہوں میں سے ایک صاع مجھ سے زیادہ مانگتے تھے اور میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقر وبے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے، گویا ان کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیے گئے ہیں۔ وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آیا، اور اس بات کو بار بار دہرایا میں نے ان کی باتوں کو کان لگا کر سنا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا، اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر ان کے پیچھے ہو جاؤں گا۔ مگر میں نے کیا یہ، کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو تپایا اور پھر ان

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ، ۱۲۶۔

۲۔ نہج البلاغہ، نامہ، ۱۲۶۔

کے جسم کے قریب لے گیا تاکہ عبرت حاصل کریں۔ چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد و کرب سے چیختا ہے ،اور قریب تھا کہ ان کے بدن اس داغ دینے سے جل جائے۔ پھر میں نے ان سے کہا: اے عقیل ! رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم اس لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو جسے ایک انسان نے ہنسی مذاق میں (بغیر جلانے کی نیت سے) تپائی ہے ،اور تم مجھے اس آگ کی طرف کھینچ رہے ہو کہ جسے خدای قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا ہے۔ تم تو اذیت سے چیخو اور میں نہ چلاؤں ؟ ! !

دوستوں نے جب کچھ مصلحت اندیشی کرکے قبیلے کے موثر افراد اور سرداروں پر بیت المال میں سے زیادہ خرچ کرنے کا مشورہ دیا تو فرمایا: کیا تم مجھے اس بات پر مجبور کر رہے ہو کہ اپنی سیاسی کامیابی اپنے رعایا پر ظلم و ستم کے ذریعہ حاصل کروں ؟خدا کی قسم جب تک راتیں باقی ہیں اور ستارے آسمان پر ایک دوسرے کے پیچھے حرکت کر رہے ہیں اس وقت تک ایسا نہیں کروں گا یعنی کبھی ایسا نہیں کروں گا، اگر یہ اموال میرا ذاتی ہوتے تو بھی لوگوں میں برابر اور مساوی تقسیم کرتا، جبکہ یہ اموال اللہ کا ہے اور بیت المال میں سے ہیں۔ تم آگاہ رہو کہ اموال کا ناحق مقام پر خرچ کرنا اسراف ہے ،یہ کام انسان کو دنیا میں تو اوپر لے جاتا ہے لیکن آخرت میں ذلیل کرتا ہے، لوگوں کے سامنے تو اس کی تعریفیں ہوتی رہے گی لیکن اللہ کے نزدیک ذلیل اور خوار ہوگا، اور جو بھی اپنے اموال کو نامناسب جگہوں میں خرچ کرتا ہے

تو اللہ تعالی اس سے شکر کرنے کی توفیق سلب کرتا ہے اور اس کی محبت کو دوسروں کی طرف بڑھاتا ہے اور جب وہ ان کی مدد کا محتاج ہوتا ہے تو وہ لوگ جن سے محبت کرتا تھا، وہ بدترین دوست بن جاتا ہے اور مدد نہیں کرتے۔

ایک دن مولاؑ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو حضرت آدم اور حوا نے غلام یا کنیز جنم نہیں دیا لیکن اللہ تعالی نے بعض لوگوں کو بعض کی نسبت کچھ نعمت کی فراوانی عطا کی تاکہ وہ لوگ دوسروں کے خدمت گزار ہوں ،اور اللہ کے فرمان پر عمل پیرا ہوں، پس جن لوگوں نے اسلام کی خاطر محنت اور مشقتیں برداشت کی ہیں، صبر سے کام لیں اور اللہ پر احسان نہ جتلائیں، اور یہ بھی جان لیں کہ جو بھی بیت المال میں موجود ہیں، ہم انہیں سیاہ اور سرخ لوگوں میں یکسان اور مساوی تقسیم کریں گے۔ مروان نے طلحہ اور زبیر سے کہا: علیؑ کا مقصد تم دونوں ہے۔ راوی کہتا ہے: امام نے ہر ایک کو تین تین دینار عطا کئے ، قبیلہ انصار کی ایک بڑی شخصیت کو بھی تین دینار دئے اور اس شخص کا آزاد کردہ سیاہ غلام کو بھی تین دینار، اس شخص نے عرض کیا: امیر المؤمنین ! اس غلام کو کل ہی میں نے آزاد کیا ہے، ہم دونوں کا حصہ برابر؟ فرمایا: جب اللہ کی کتاب میں نگاہ کی تو حضرت اسماعیل کی اولاد اور حضرت اسحاق کی اولاد میں کوئی فرق نہیں دیکھا۔[۱۸]

یہ آپ کی بیعت کرنے کے بعد سب سے پہلی اور انقلابی عادلانہ تقسیم تھی، اور آپ نے اپنے قول اور فعل کو یکسان کر دکھایا کہ بیت المال کی تقسیم میں ہر ایک شخص برابر کے شریک ہیں، کسی کو کسی کے اوپر فوقیت حاصل نہیں ہے۔

۱۔ روضہ کافی، ص ۵۷، حدیث ۲۰۶۔

جب امیر المؤمنین کی خدمت میں کچھ شیعیان نے آکر سفارش کی کہ بیت المال میں سے ہر قوم و قبیلہ کے بڑوں اور سرداروں کو مزید عنایت کرکے ہم پر برتری دیں، جب آپ کی حکومت مضبوط ہو جائے تو اس کے بعد عوام کے درمیاں عدالت اور مساوات کے ساتھ بیت المال تقسیم کریں۔

امام نے ان کو جواب میں فرمایا: افسوس ہو تم پر کیا تم مجھے مسلمانوں کے سرپرست ہونے کے ناطے یہ مشورہ دیتے ہو کہ میں اہل اسلام پر ظلم و ستم اور ناانصافی کرکے اپنی سیاست جیت لوں؟ نہیں خدا کی قسم جب تک راتوں کو قصہ کہانی سنانے والے سنا رہے ہونگے اور آسمان پر ستاروں کو دیکھ رہا ہوں گا، ایسا نہیں کر سکتا، خدا قسم اگر یہ اموال میرے ہوتے تو بھی مساوی اور برابر تقسیم کرتا، یہ تو ان لوگوں کا اپنا مال ہے۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد امام اپنا سر مبارک نیچا کیا اور بہت دیر تک خاموش فکر میں ڈھوبے رہے۔ شاید امام کو اپنوں سے ایسی باتیں سننے پر تعجب ہوا، اور اپنی تنہائی کا ابھی سے احساس ہونے لگا۔

پھر امام سر مبارک اٹھا کر فرمانے لگے: تم میں سے جن کے پاس جتنے مال اموال ہیں ان کو غیر حقدار کو دینا اسراف اور تبذیر ہے۔ پس تم میں سے جن جن کے پاس مال دولت ہو، وہ اپنے ستم دیدہ، فقیر، اسیر اور زمین گیر رشتہ داروں کا مالی طور پر خیال رکھیں اور ان کو غم واندوہ سے نکال لیں تاکہ تمہیں دنیا اور آخرت دونوں میں شرف اور عزت نصیب ہو جائے۔[19]

ہارون بن عنترہ نے اپنے بابا سے نقل کی ہے کہ میں قصر خورنق (بارگاہ معروف پادشاہان حیرہ) میں علی بن ابی طالب علیہ السّلام جو تمام اسلامی ممالک کا حاکم ہونے کے عنوان سے ملاقات کے لئے گئے سردی کا موسم تھا، آپ ایک پرانہ لباس زیب تن کئے ہوئے سردی کی وجہ سے بدن کانپ رہے تھے، میں نے عرض کی: یا امیر المؤمنینؑ! اللہ نے آپ اور آپ کے خاندان والوں کو بھی باقی لوگوں کی طرح اس بیت المال میں حصہ رکھا ہے، اس سے کیوں استفادہ نہیں فرماتے؟ اور اپنے نفس پر سختی کرتے ہو؟

امام نے فرمایا: بیت المال میں تمہارے لئے میں کوئی زحمت نہیں اٹھا رہا، اس لئے یہ لباس جو مدینہ سے ہجرت کرتے وقت اپنے ساتھ لایا تھا، پہنا ہوا ہوں۔[20]

ابن نباتہ کہتے ہیں جب بھی امامؑ کے پاس بیت المال میں مال آتا تھا، تو سارے مستحق مسلمانوں کو پاس بلاتے اور سونا چاندی تقسیم کرتے وقت انہیں اپنے دست مبارک میں نچوڑتے ہوئے فرماتے: اے زرد سونا اور اے سفید چاندی، تم میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دو، اور جب سارا مال ختم ہو جاتے تو اس جگہ کو جارو مارنے اور پانی چھڑکانے کے بعد اس جگہ پر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتے اور دنیا کو تین بار طلاق دیتے اور سلام پھیرتے ہوئے فرماتے: يَا دُنْيَا يَا دُنْيَا غُرِّي غَيْرِي أَ بِي تَعَرَّضْتِ أَمْ إِلَيَّ تَشَوَّقْتِ

---

[19]۔ خلیل کمرہ‌ای، سرچشمہ حیات، ص ۵۰۷، بہ نقل از کافی۔

[20]۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۴۴۲؛ ابن جوزی، تذکرہ الخواص، ص ۱۰۸ و اربلی، کشف الغمۃ، ج ۱، ص ۲۳۰۔

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ قَدْ بَيَّنْتُكَ ثَلَاثاً لَا رَجْعَةَ فِيهَا فَعُمُرُكَ قَصِيرٌ وَ خَطَرُكَ كَبِيرٌ وَ عَيْشُكَ حَقِيرٌ آهِ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ لِلسَّفَرِ وَ وَحْشَةِ الطَّرِيقِ۔[۲۱]

''اے دنیا اے دنیا! مجھ سے دور ہو جا۔تو میرے سامنے بن سنور کرآئی ہے یا میری واقعاً مشتاق بن کرآئی ہے؟ خدا وہ وقت نہ لائے کہ تو مجھے دھوکہ دے سکے۔جا میرے علاوہ کسیاور کو دھوکہ دے مجھے تیری ضرورت نہیں ہے۔میں تجھے تین مرتبہ طلاق دے چکاہوں جس کے بعد رجوع کا کوئی امکان نہیں ہے۔تیری زندگی بہت تھوڑی ہے اور تیرر حیثیت بہت معمولی ہے اور تیری امید بہت حقیر شے ہے''آہ زاد سفر کس قدر کم ہے۔راستہ کس قدر طولانی ہے منزل کس قدر دور ہے اور وارد ہونے کی جگہ کس قدر خطر ناک ہے۔

امیر المؤمنینؑ نے مکہ کا گورنر قثم بن عباس کے نام خط لکھا: جو بیت المال میں جمع ہوا ہے وہ فقیروں اور عیال داروں میں تقسیم کرو اور اگر بچ جائے تو یہاں بھیجو تاکہ یہاں کے غریبوں میں تقسیم کیا جائے۔[۲۲]

آپ کے دور خلافت میں عبداللہ بن زمعہ جو آپ کے چاہنے والوں میں سے تھا،آکر بیت المال میں سے کچھ پیسے مانگا تو فرمایا: یہ مال نہ میرا ہے اور نہ تیرا بلکہ یہ ان مسلمانوں کا ہے جنہوں نے تلوار کے ذریعہ جنگ اور جہاد کیا ہے،اگر تو بھی جنگ میں شرکت کروگے تو تمہیں بھی ان کے برابر حصہ ملے گا ورنہ دوسروں کے حصے سے تمہیں نہیں دیا جاسکتا۔[۲۳]

ایک مرتبہ اصفہان سے مدینہ بیت المال آیا جن میں ایک روٹی بھی تھی اس کے سات حصے کئے پھر جس کو سب سے پہلے دیا جائے ،قرعہ اندازی کرنے لگے۔[۲۴]

ایک دن دو فقیر عورتیں ایک عرب دوسری کسی اور کاسٹ کی تھی،آکر اپنی اپنی ضرورت کا ذکر کیا تو دونوں کو برابر گندم اور ۴۰ درہم نقد دینے کا حکم دیا تو عربی عورت کہنے لگی: کیوں مجھے اس عورت کے برابر حصہ دیا گیا،جبکہ مجھے اس پر فوقیت حاصل ہے؟امام نے فرمایا: قرآن کریم میں حضرت اسماعیل کی اولاد اور حضرت اسحاق کہ جو ایک کنیز کا بیٹا تھا،کی اولاد میں کوئی فرق نہیں ہے۔[۲۵]

کیوں امام نے اپنے اموال کو بیت المال میں شامل ہونے نہیں دیتے تھے؟ جیساکہ تاریخ میں آیا ہے کہ جب آپ بیت المال کا حساب کررہے تھے اتنے میں طلحہ اور زبیر کہ جن کو سیف الاسلام لقب ملا تھا ان کی بڑی خدمات تھیں،اسی ناطے گورنری مانگنے

---

[۲۱]۔اربلی، علی بن عیسی، کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ (ط-القدیمۃ)، ج۱؛ ص۷۸، بنی ہاشمی- تبریز، چاپ: اول، ۱۳۸۱ق۔

[۲۲]۔نہج البلاغہ، صبحی صالح، نامۃ ۶۷/۴۵۷۔

[۲۳]۔ہمان، خطبۃ ۲۳۲/۳۵۳۔

[۲۴]۔سنن بیہقی/۶/۳۴۸۔

[۲۵]۔سنن بیہقی/۶/۳۴۹۔

آئے تھے، آپ کی خدمت میں پہنچے تو ان کے ساتھ باتیں کرتے وقت بیت المال کے چراغ کو بجھا کر اپنا ذاتی چراغ جلانے لگے تو وہ دونوں آپس میں کہنے لگے: امام جو ایک چراغ بیت المال کا جلا نہیں سکتے تو کیا ہمیں گورنری دیں گے؟!!

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ انفاق کرنے میں کنجوسی فرماتے تھے، اپنا تو سب کچھ راہ خدا میں دے کر اللہ کی رضا حاصل فرماتے تھے۔ جیسا کہ آیہ اطعام لے کر پورا سورہ ہل اتی نازل ہوا، حالت رکوع میں زکات دینے پر آیہ ولایت نازل ہوئی۔

بیت المال کی تقسیم کا معیار

پچھلے خلفاء کے ہاں تقسیم بیت المال کا معیار پہلے اسلام لانا، یا رسول خدا کے قرابت دار ہونا، جنگ اور جہاد میں شرکت کرنا، و۔۔۔ تھا، لیکن اللہ کے نزدیک معیار تقوا تھا: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔[۲۶]

قرآن کریم سارے مسلمانوں کو بھائی بھائی سمجھتا ہے إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ۔ اس لئے علی کے نزدیک سارے مسلمان برابر تھے اسی لئے اپنی خلافت کے پہلے دن اپنی خطاب میں فرمایا: اَلا و اِنَّ کلّ قطعة اقطعها عثمان من مالِ اللّه مردودٌ علی بَیتِ المال المسلمین۔[۲۷]

بیت المال کا چور محکمہ امام علیؑ میں

مصقلۃ بن ہبیرہ شیبانی جو امیر المومنین کی طرف سے سرزمین "اردشیر خُرّہ" کے عامل تھے، جس نے بیت المال کی تقسیم میں خیانت کرتے ہوئے اقرباء پروری کی، جس کی خبر مولا کو جب ملی تو یوں پیغام بھیجا:

مجھے تمہارے بارے میں ایک خبر ملی جو اگر واقعاً صحیح ہے تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا ہے اور اپنے امام کی نافرمانی کی ہے۔ خیر یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے مال غنیمت کو جسے ان کے نیزوں اور گھوڑوں نے جمع کیا ہے اور جس کی راہ میں ان کا خون بہایا گیا ہے۔ اپنی قوم کے ان بدوں میں تقسیم کر رہے ہو جو تمہارے ہوا خواہ ہیں۔ قسم اس ذات کی جسنے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور جانداروں کو پیدا کیا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو تم میری نظروں میں انتہائی ذلیل ہوگے اور تمہارے اعمال کا پلہ ہلکا ہو جائے گا لہٰذا خبردار اپنے رب کے حقوق کو معمولی مت سمجھنا اور اپنے دین کو برباد کرکے دنیا آراستہ کرنے کی فکر نہ کرنا کہ تمہارا شمار ان لوگوں میں ہو جائے جن کے اعمال میں خسارہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یاد رکھو! جو مسلمان تمہارے پاس یا میرے پاس ہیں ان سب کا حصہ اس مال غنیمت ایک ہی جیسا ہے اور اسی اعتبار سے وہ میرے پاس وارد ہوتے ہیں اور اپنا حق لے کر چلے جاتے ہیں۔

امیر المومنین کا اصول حکومت تھا کہ اپنے عمال پر ہمیشہ کڑی نگاہ رکھتے تھے اور ان کے تصرفات کی نگرانی کیا کرتے تھے اور جہاں کسی نے حدود اسلامیہ سے تجاوز کیا فوراً تنبیہی خط تحریر فرمادیا کرتے تھے اور یہی وہ طرز عمل تھا جس کی بنا پر بہت سے افراد ٹوٹ کر معاویہ کے ساتھ چلے گئے اور دین و دنیا دونوں کو برباد کرلیا۔ ہبیرہ انہیں افراد میں تھا اور جب حضرت نے اس کے تصرفات پر تنقید

۲۶۔ سورہ حجرات، ۱۳

۲۷۔ نہج السّعادۃ فی مستدرک نہج البلاغہ، محمّد باقر محمودی، دار التعاریف، بیروت، ۱۳۹۶ق، ج۱، ص۱۹۸.

فرمائی تو منحرف ہو کر شام چلا گیا اور معاویہ سے ملحق ہو گیا لیکن آپ کا کردار شام کے اندھیرے میں چمکتا رہا اور آج تک دنیا کو اسلام کی روشنی دکھلا رہا ہے۔[۲۸]

قال أمير المؤمنين- عليه السلام - : أتأمروني أن أطلب النصر بالجور؟ لا، و الله لا أفعل ما طلعت شمس وما لاح في السماء نجم. (و الله) لو كانت أموالهم لي لواسيت بينهم، فكيف و انماهي أموالهم[۲۹]!

امیر المؤمنین - علیہ السلام ــ نے فرمایا: کیا تم مجھے اپنی کامیابی کو ظلم وجور کے ذریعہ حاصل کرنے کا مشورہ دیتے ہو؟ نہیں ! خدا کی قسم ! جب تک سورج اور ستارے آسمان پر چمک رہے ہیں ، ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ خدا قسم ! اگر یہ اموال میرا ذاتی ہوتے تو بھی میں لوگوں میں برابر تقسیم کرتا، جبکہ یہ اموال انہیں لوگوں کے ہیں اور بیت المال میں سے ہیں۔

لَيْسَ الْمُسْلِمُ بِالْخَائِنِ إِذَا ائْتُمِنَ وَ لَا بِالْمُخْلِفِ إِذَا وَعَدَ وَ لَا بِالْكَذُوبِ إِذَا نَطَقَ نَحْنُ أَهْلُ بَيْتِ الرَّحْمَةِ وَ قَوْلُنَا الْحَقُّ وَ فِعْلُنَا الْقِسْطُ وَ منَّا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَ فِينَا قَادَةُ الْإِسْلَامِ وَ أُمَنَاءُ الْكِتَابِ نَدْعُوكُمْ إِلَى اللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ إِلَى جِهَادِ عَدُوِّهِ وَ الشِّدَّةِ فِي أَمْرِهِ وَ ابْتِغَاءِ رِضْوَانِهِ «۵» وَ إِلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَ إِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَ حجِّ الْبَيْتِ وَ صِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَ تَوْفِيرِ الْفَيْءِ لِأَهْلِهِ[۳۰]

امام علی - علیہ السلام نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جو امانت میں خیانت نہیں کر سکتا، وعدہ خلافی نہیں کرتا، جھوٹ نہیں بولتا، اور ہم ہیں خاندان رحمت والے، ہماری گفتار، حق ہے اور ہمارا کردار عدل۔ ختم رسل ہم میں سے ہیں، اسلام کے پیشوائیں، اور اللہ کی کتاب کے امانت دار ہم میں سے ہیں، تمہیں اللہ کی طرف بلانے والے اور دشمنان خدا سے جہاد کے لئے بلانے والے ، نماز، روزے، حج اور زکات ادا کرنے اور ان کی طرف دعوت دینے والے اسی طرح حقداروں کو ان کا حصہ پہنچانے والے ہم ہیں۔۔۔

بیت المال میں اتنی دقت

عَنْ عَلِيٍ ع أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى عُمَّاله أدقُّوا أَقْلَامَكُمْ وَ قَارِبُوا بَيْنَ سُطُورِكُمْ وَ احْذِفُوا عَنِّي فُضُولَكُمْ وَ اقْصِدُوا قَصْدَ الْمَعَانِي وَ إِيَّاكُمْ وَ الْإِكْثَارَ فَإِنَّ أَمْوَالَ الْمُسْلِمِينَ لَا تَحْتَمِلُ الْإِضْرَارَ.[۳۱]

امام نے اپنے ملازمین کو لکھا: اپنے قلم کی لکھائی کو باریک کرو، اور سطور کے درمیاں فاصلہ کم رکھو، فالتو اور اضافی کلمات لکھنے سے گریز کرو، اور اپنا مقصد اور مطلب کا خلاصہ بیان کرو، میں تمہیں زیادہ لکھنے سے ڈراتا ہوں، کیونکہ مسلمانوں کے اموال ان نقصانات اور خسارتوں کو تحمل کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ وإِنِّي أُقْسِمُ بِاللَّه قَسَماً صَادِقاً - لَئِنْ بَلَغَنِي أَنَّكَ خُنْتَ مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئاً صَغِيراً أَوْ كَبِيراً- لأَشُدَّنَّ عَلَيْكَ شَدَّةً تَدَعُكَ قَلِيلَ الْوَفْرِ- ثَقِيلَ الظَّهْرِ ضَئِيلَ الْأَمْرِ والسَّلَامُ اللَّه اَللَّه فِي الطَّبَقَةِ السُّفْلَى مِنَ الَّذِينَ لَا حِيلَةَ لَهُمْ - مِنَ الْمَسَاكِينِ وَالْمُحْتَاجِينَ وأَهْلِ الْبُؤْسِى والزَّمْنَى- فَإِنَّ فِي هَذِه الطَّبَقَةِ قَانِعاً ومُعْتَرّاً- واحْفَظْ لِلَّه مَا اسْتَحْفَظَكَ مِنْ حَقِّه فِيهِمْ - واجْعَلْ لَهُمْ قِسْماً مِنْ بَيْتِ مَالِكِ.[۳۲]

۲۸۔ ذیشان حیدر جوادی: ترجمہ نہج البلاغہ، خط نمبر ۴۳۔

۲۹۔ امالی مفید، ص ۱۹۳.

۳۰. مفید، محمد بن محمد، الأمالی (للمفید)، اجلد، ص ۲۳۴ کنگرہ شیخ مفید- قم، چاپ: اول، ۱۴۱۳ق.

۳۱. وسائل الشیعۃ؛ ج ۱۷؛ ص ۴۰۴.

۳۲۔ نہج البلاغہ، نامہ مالک اشتر ۵۳۔

اس کے بعد اللہ سے ڈرو اس پسماندہ طبقہ کے بارے میں جو مساکین، محتاج، فقراء اور معذور افراد کا طبقہ ہے جن کا کوئی سہارا نہیں ہے۔اس طبقہ میں مانگنے والے بھی ہیں اور غیرت دار بھی ہیں جن کی صورت سوال ہے۔انکے جس حق کا اللہ نے تمہیں محافظ بنایا ہے اس کی حفاظت کرو اور ان کے لئے بیت المال اور ارض غنیمت کے غلات میں سے ایک حصہ مخصوص کردو کہ ان کے دور افتادہ کا بھی وہی حق ہے جو قریب والوں کا ہے۔

عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ وَ سُئِلَ عَنْ قَسْمِ بَيْتِ الْمَالِ فَقَالَ أَهْلُ الْإِسْلَامِ- هُمْ أَبْنَاءُ الْإِسْلَامِ أُسَوِّي بَيْنَهُمْ فِي الْعَطَاءِ وَ فَضَائِلُهُمْ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ اللَّهِ أَجْ عَلُهُمْ كَبَنِي رَجُلٍ وَاحِدٍ لَا يَفْضُلُ أَحَدٌ مِنْهُمْ لِفَضْلِهِ وَ صَلَاحِهِ فِي الْمِيرَاثِ عَلَى آخَرَ ضَعِيفٍ مَنْقُوصٍ قَالَ وَ هَذَا هُوَ فِعْلُ رَسُولِ اللَّهِ ص فِي بَدْوِ أَمْرِهِ وَ قَدْ قَالَ غَيْرُنَا أُقَدِّمُهُمْ فِي الْعَطَاءِ بِمَا قَدْ فَضَّلَهُمُ اللَّهُ بِسَوَابِقِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ- إِذَا كَانَ بِالْإِسْلَامِ قَدْ أَصَابُوا ذَلِكَ فَأَنْزِلُهُمْ عَلَى مَوَارِيثِ ذَوِي الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَقْرَبُ مِنْ بَعْضٍ وَ أَوْفَرُ نَصِيباً لِقُرْبِهِ مِنَ الْمَيِّتِ وَ إِنَّمَا وَرِثُوا بِرَحِمِهِمْ وَ كَذَلِكَ كَانَ عُمَرُ يَفْعَلُهُ.[۳۳]

حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق سے بیت المال کی تقسیم کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا: کہ امام فرمارہے تھے سارے اہل اسلام، اسلام کے فرزند شمار ہوتے ہیں، اور ہم ان کو بیت المال کے امکانات میں بھی برابر کے شریک مانتے ہیں اگر کسی میں کوئی معنوی خوبی پائی جائے تو اس کا صلہ اللہ تعالی سے وہ حاصل کرے گا۔اس لئے سارے لوگ ایک ہی باپ کی اولاد کی مانند ہیں، جو اپنے اپنے باپ سے ارث حاصل کرنے میں برابر ہیں کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں ہیں ہر ایک کو برابر حصہ دیا جائے گا۔اور اللہ کے رسول بھی ابتدائے اسلام میں ایسا ہی کرتے تھے، لیکن بعد میں آنے والوں [غیر اہل بیت] نے اس رفتار کو بدل ڈالا اور جن کا اسلام سے سابقہ زیادہ تھا، ان کو زیادہ دینے لگے۔

عدالت کے مقابلے میں ظلم و ستم

جس حکومت کی بنیاد ظلم و ستم پر قائم ہو وہ معاشرہ کے فاسد ہونے، طبقاتی اختلاف، لوگوں کی حکومت سے دشمنی کا سبب بنتی ہے۔اور وہ حکومت بہت جلد تنزلی کا شکار ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مولاؑ کے لئے عدالت کس قدر مہم ہے، اور ذرہ برابر ناانصافی کرکے اپنی خلافت اور حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔اس لئے جب آپ کے پاس لوگ بیعت کرنے آئے تو بیعت قبول کرنے سے انکار فرمارہے تھے، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ لوگ عدالت علوی کو تحمل نہیں کر سکتے تھے۔آپ نے عثمان کی جاگیروں کو مسلمانوں کو واپس کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: واللَّه لَوْ وَجَدْتُه قَدْ تُزُوِّجَ بِه النِّسَاءُ ومُلِكَ بِه الإِمَاءُ لَرَدَدْتُه - فَإِنَّ فِي الْعَدْلِ سَعَةً - ومَنْ ضَاقَ عَلَيْه الْعَدْلُ فَالْجَوْرُ عَلَيْه أَضْيَقُ![۳۴] خدا کی قسم اگر میں کسی مال کو اس حالت میں پاتا کہ اسے عورت کا مہر بنادیا گیا ہے یا کنیز کی قیمت کے طور پر دیدیا گیا ہے تو بھی اسے واپس کرادیتا اس لئے کہ انصاف میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے اور جس کے لئے انصاف میں تنگی ہو اس کے لئے ظلم میں تو اور بھی تنگی ہوگی۔

---

۳۳. وسائل الشیعۃ؛ ج۱۵؛ ص۱۰۶.

۳۴۔ خطبہ، ۱۵۔

آپ نے قتل عثمان کے بعد خطبہ شقشقیہ میں فرمایا: جب لوگوں کا ہجوم دولت سراپر امنڈ پڑا تو آپ نے فرمایا: میں اگر خلافت کو قبول کرتا ہوں تو اس لئے ہے کہ معاشرہ دو گروہ میں تقسیم ہو چکا ہے ایک طرف مظلوم عوام اور غریب لوگ ہیں جو غریب سے غریب تر ہوتے جارہے ہیں اور دوسری طرف ظالم اور مالدار لوگ ہیں جو دن بہ دن امیر سے امیر تر ہوتے جارہے ہیں، یعنی امام کا مقصد یہ تھا کہ معاشرہ میں سے اس ناانصافی اور بے عدالتی کو ختم کرنے کے لئے ہی حکومت کو قبول کروں گا، فرمایا: وَ الَّذي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَأَ النَّسَمَةَ لَوْ لَا حُضُورُ الْحَاضِرِ وَ قِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ وَ مَا أَخَذَ اللَّهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَلَّا يُقِرُّوا عَلَى كِظَّةِ ظَالِمٍ وَ لَا سَغَبِ مَظْلُومٍ لَأَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلَى غَارِبِهَا وَ لَسَقَيْتُ آخِرَهَا بِكَأْسِ أَوَّلِهَا وَ لَأَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هَذِهِ عِنْدِي أَزْهَدَ مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ۔[۳۵] آگاہ ہو جائو وہ خدا گواہ ہے جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور ذی روح کو پیدا کیا ہے کہ اگر حاضرین کی موجودگی اور انصار کے وجود سے حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور اللہ کا اہل علم سے یہ عہد نہ ہوتا کہ خبردار ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر چین سے نہ بیٹھنا تو میں آج بھی اس خلافت کی رسی کو اسی کی گردن پر ڈال کر ہنکا دیتا اور اس کی آخر کو اول ہی کے کاسہ سے سیراب کرتا اور تم دیکھ لیتے کہ تمہاری دنیا میری نظر میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے قیمت ہے۔[۳۶] والَّذي بَعَثَه بِالْحَقِّ لَتُبَلْبَلُنَّ بَلْبَلَةً ولَتُغَرْبَلُنَّ غَرْبَلَةً ولَتُسَاطُنَّ سَوْطَ الْقِدْرِ حَتَّى يَعُودَ أَسْفَلُكُمْ أَعْلَاكُمْ وأَعْلَاكُمْ أَسْفَلَكُمْ - ولَيَسْبِقَنَّ سَابِقُونَ كَانُوا قَصَّرُوا - ولَيُقَصِّرَنَّ سَبَّاقُونَ كَانُوا سَبَقُوا۔[۳۷] سم ہے اس پروردگار کی جس نے آپ (ص) کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تھا کہ تم سختی کے ساتھ تہ و بالا کئے جاوگے تمہیں باقاعدہ چھانا جائے گا اور دیگ کی طرح چمچے الٹ پلٹ کیا جائے گا یہاں تک کہ اسفل اعلیٰ ہو جائے اور اعلیٰ اسفل بن جائے اور جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ آگے بڑھ جائیں اور جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ پیچھے آجائیں۔

علی علیہ السلام نے مالک اشتر کے لئے بڑی تاکید کے ساتھ لکھا: ثُمَّ انْظُرْ فِي أُمُورِ عُمَّالِكَ فَاسْتَعْمِلْهُمُ اخْتِبَاراً ۔۔۔ حَدْوَةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْأَمَانَةِ والرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ -[۳۸] اس کے بعد اپنے عاملوں کے معاملات پر بھی نگاہ رکھنا اور انہیں امتحان کے بعد کام سپرد کرنا اور خبردار تعلقات یا جانبداری کی بنا پر عہدہ نہ دے دینا کہ یہ باتیں ظلم اور خیانت کے اثرات میں شامل ہیں۔ اور دیکھو ان میں بھی جو مخلص اور غیرت مند ہوں ان کو تلاش کرنا جو اچھے گھرانے کے افراد ہوں اور ان کے اسلام میں سابق خدمات رہ چکے ہوں کہ ایسے لوگ خوش اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں۔ ان کے اندر فضول خرچی کی لالچ کم ہوتی ہے اور یہ انجام کار پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے بھی تمام اخراجات کا انتظام کر دینا کہ اس سے انہیں اپنے نفس کی اصلاح کا بھی موقع ملتا ہے اور دوسروں کے اموال پر قبضہ کرنے سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں اور پھر تمہارے امر کی مخالفت کریں یا امانت میں رخنہ پیدا کریں تو ان پر حجت بھی تمام ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ان عمال کے اعمال کی بھی تفتیش کرتے رہنا اور نہایت معتبر قسم کے اہل صدق

---

۵. علل الشرائع؛ ج۱؛ ص۱۵۱.

۶. ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی۔

۷. خطبہ،۱۶.

۸. نہج البلاغہ معجم المفہرس. نامہ ۵۳/۷۱.

و صفا کو ان پر جاسوسی کے لئے مقرر کر دینا کہ یہ طرز عمل انہیں امانت داری کے استعمال پر اور رعایا کے ساتھ نرمی کے برتاؤ پر آمادہ کرے گا۔

حضرت علی علیہ السلام در بارہ حکومت و عدالت می فرماید: وإِنَّ أَفْضَلَ قُرَّةِ عَيْنِ الْوُلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ وظُهُورُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ۔[۳۹] اور والیوں کے حق میں بہترین خنکی چشم کا سامان یہ ہے کہ ملک بھر میں عدل و انصاف قائم ہو جائے اور رعایا میں محبت و الفت ظاہر ہو جائے۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: واللَّه لأَنْ أَبِيتَ عَلَى حَسَكِ السَّعْدَانِ مُسَهَّداً۔۔ مَا لِعَلِيٍّ ولِنَعِيمٍ يَفْنَى ولَذَّةٍ لَا تَبْقَى- نَعُوذُ بِاللَّه مِنْ سُبَاتِ الْعَقْلِ وقُبْحِ الزَّلَلِ وبِه نَسْتَعِينُ۔[۴۰] ظلم سے برائت و بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: خدا گواہ ہے کہ میرے لئے سعدان کی خار دار جھاڑی پر جگ کر رات گزار لینا یا زنجیروں میں قید ہو کر کھینچا جانا اس امر سے زیادہ عزیز ہے۔ کہ میں روز قیامت پروردگار سے اس عالم میں ملاقات کروں کہ کسی بندہ پر ظلم کر چکا ہوں یا دنیا کے کسی معمولی مال کو غصب کیا ہو بھلا میں کسی شخص پر بھی اس نفس کے لئے کس طرح ظلم کروں گا جو فنا کی طرف بہت جلد پلٹنے والا ہے اور زمین کے اندر بہت دنوں رہنے والا ہے۔ خدا کی قسم میں نے عقیل کو خود دیکھا ہے کہ انہوں نے فقر و فاقہ کی بنا پر تمہارے حصہ گندم میں سے تین کیلو کا مطالبہ کیا تھا جب کہ ان کے بچوں کے بال غربت کی بنا پر اگندہ ہو چکے تھے اور ان کے چہروں کے رنگ یوں بدل چکے تھے جیسے انہیں تیل چھڑک کر سیاہ بنایا گیا ہو اور انہوں نے مجھ سے بار بار تقاضا کیا اور مکرر اپنے مطالبہ کو دہرایا تو میں نے ان کی طرف کان دھر دیئے اور وہ یہ سمجھے کہ شاید میں دین بیچنے اور اپنے راستہ کو چھوڑ کر ان کے مطالبہ پر چلنے کے لئے تیار ہو گیا ہوں۔ لیکن میں نے ان کے لئے لوہا گرم کرایا اور پھر ان کے جسم کے قریب لے گیا تا کہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ انہوں نے لوہا دیکھ کر یوں فریاد شروع کر دی جیسے کوئی بیمار اپنے درد و الم سے فریاد کرتا ہو اور قریب تھا کہ ان کا جسم اس کے داغ دینے سے جل جائے۔ تو میں نے کہا رونے والیاں آپ کے غم میں روئیں اپنے عقیل ! آپ اس لوہے سے فریاد کر رہے ہیں جس ایک انسان نے فقط ہنسی مذاق میں تپایا ہے اور مجھے اس آگ کی طرف کھینچ رہے ہیں جسے خدائے جبار نے اپنے غضب کی بنیاد پر بھڑکایا ہے۔ آپ اذیت سے فریاد کریں اور میں جہنم سے فریاد نہ کروں۔ اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ ایک رات ایک شخص (اشعث بن قیس) میرے پاس شہد میں گندھا ہوا حلوہ برتن میں رکھ کر لایا جو مجھے اس قدر ناگوار تھا جیسے سانپ کے تھوک یا قے سے گوندھا ہو۔ میں نے پوچھا کہ یہ کوئی انعام ہے یا زکوۃ یا صدقہ جو ہم اہل بیت پر حرام ہے؟ اس نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ یہ فقط ایک ہدیہ ہے ! میں نے کہا کہ پسر مردہ عورتیں تجھ کو روئیں۔ تو دین خدا کے راستہ سے آ کر مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے یا تو پاگل ہو گیا ہے یا ہذیان بک رہا ہے۔ آخر ہے کیا؟

---

۹. نہج البلاغہ، مالک اشتر کے نام خط۔ نامہ ۵۳.

۱۰. نہج البلاغہ معجم المفہرس. خطبہ ۲۲۴.

خدا گواہ ہے کہ اگر مجھے ہفت اقلیم کی حکومت تمام زیر آسمان دولتوں کے ساتھ دے دی جائے اور مجھ سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ میں کسی چیونٹی پر صرف اس قدر ظلم کروں کہ اس کے منہ سے اس چھلکے کو چھین لوں جو وہ چبا رہی ہے تو ہر گز ایسا نہیں کر سکتا ہوں۔ یہ تمہاری دنیا میری نظر میں اس پتی سے زیادہ بے قیمت ہے جو کسی ٹڈی کے منہ میں ہو اور وہ اسے چبا رہی ہو۔
بھلا علی کو ان نعمتوں سے کیا واسطہ جو فنا ہو جانے والی ہیں اور اس لذت سے کیا تعلق جو باقی رہنے والی ہیں ہے۔ میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں عقل کے خواب غفلت میں پڑ جانے اور لغزشوں کی برائیوں سے اور اسی سے مدد کا طلب گار ہوں۔

بیت المال اور حکومت کی ذمہ داری

حکمران کی خصوصیات اور ذمہ داریاں

حکمران چونکہ اللہ کی طرف سے اس روئے زمین پر اپنا خلیفہ اور امانت دار ہے تاکہ اس دنیا میں عدالت قائم کر سکے جیسا کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: إِنَّ السُّلْطَانَ لَأَمِينُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ وَ مُقِيمُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ وَ الْعِبَادِ وَ وَزَعَتُهُ [وَ زَرَعَتُهُ] فِي الْأَرْضِ.[41] بے شک حکمران روئے زمین پر اللہ کا امین، ملکوں اور بندوں میں عدالت برقرار کرنے والا، اور زمین پر نہی از منکر کرنے والا ہے۔ لہٰذا ان حاکموں اور مسئولین میں بھی درج ذیل خصوصیات اور شرائط کا ہونا ضروری ہے: علم و دانش کے زیور سے مالا مال ہو: امام علیؑ نے فرمایا: إِنَّ أَحَقَ النَّاسِ بِهَذَا الْأَمْرِ أَقْوَاهُمْ عَلَيْهِ وَ أَعْلَمُهُمْ بِأَمْرِ اللَّهِ فِيهِ۔[42] اسلامی اصولوں پر کامل اعتقاد رکھتا ہو: اس بارے میں مولا علیؑ فرماتے ہیں: لایعدل الا مَن یحسن العدل۔[43] یعنی وہی شخص عدالت اجتماعی قائم کر سکتا ہے جو معتقد ہو کہ سماج میں عدالت کا اجراء کرنا ایک شائستہ عمل ہے۔ عادل ہو: اسلام نے ہر قسم کے مسئولین میں عدالت کی شرط رکھی ہے: جیسے امام جماعت، قاضی، والی اور حاکم میں عدالت ہونا ضروری ہے۔ اور جو بھی اپنی خواہشات نفسانی کے پیروکار ہو، لالچی ہو، وہ ان عہدوں کے قابل نہیں ہے۔ اس لئے مولا علیؑ فرماتے ہیں: حکومت کو اللہ کی طرف سے امانت جاننا چاہئے نہ مال دولت جمع کرنے کا ذریعہ۔[44] مَنْ لَمْ يُنْصِفِ الْمَظْلُومَ مِنَ الظَّالِمِ سَلَبَهُ اللَّهُ قُدْرَتَه. و مظلوم کے ساتھ انصاف نہیں کرتا بہت جلد اس سے اللہ تعالی قدرت سلب کرتا ہے۔ آپ کا ہی فرمان ہے: قَالَ ع لَا يُقِيمُ أَمْرَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ إِلَّا مَنْ لَا يُصَانِعُ وَ لَا يُضَارِعُ وَ لَا يَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ۔[45] اللہ کے دین کو وہی جاری کر سکتا ہے جو خود احکام الہی پر عمل پیرا ہو، ورنہ جس میں عدالت نہیں وہ ظلم و جور کا کھلونا بن جاتا ہے۔[46] آگے فرمایا: حکمرانوں کو چاہئے کہ اس منصب کو اپنے لئے باعث امتحان سمجھے، نہ اقرباء پروری کا

---

۱۱. تصنیف غرر الحکم و درر الکلم؛؛ ص ۳۴۱.
۱۲. ہمان، ترجمہ فیض الاسلام، خطبہ ۱۷۲۔
۱۳. کافی، ج ۱، ص ۵۴۲۔
۱۴. نہج البلاغہ، نامہ ۵۔
۱۵. نہج البلاغہ، حکمت ۱۰۷۔
۱۶. علامہ محمد تقی جعفری، ترجمہ و تفسیر نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۶۵۔

ذریعہ۔لوگوں کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کو انتخاب کریں کہ جو باحیاء، نیک اور نجیب خاندان سے ہوں،اسلامی اور دینی معرفت رکھتے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگ اچھے اخلاق اور پاکیزہ کردار کے مالک ہوتے ہیں اور مال دولت کی لالچ میں نہیں آتے۔لوگوں پر مخفی خبر رساں افراد کو تعیین کرے جو صداقت اور باوفا ہوں اور جدی

امام خمینی رہ اور بیت المال کی اہمیت

جب سید مصطفیٰ شہید ہوئے تو امام خمینی رہ کے گھر والے تہران ٹیلی فون پر اطلاع دینا چاہتے تھے، امام خمینی نے ان کو روکتے ہوئے فرمایا: یہ ٹیلی فون بیت المال کا ہے جبکہ تمہارا یہ کام اپنا ذاتی ہے۔امام خمینی نے حکمرانوں سے خطا کرتے ہوئے فرمایا: بڑائی اس میں نہیں ہے کہ ظروف سونا چاندی کے ہوں، یا گھروں کے پردے بڑے قیمتی ہوں، اور نہ بڑھائی اس میں ہے کہ اس غریب اور مفلس عوام کے اموال سے بنے ہوئے بڑے قیمتی سوفہ سیٹ میں ہے۔غریب عوام غاروں میں زندگی گزار رہے ہوں اور تم لوگ سرکاری بڑے بڑے بنگلوں میں۔!!! اصلاح اگر کرنا چاہتے ہوں تو تم لوا پنے سے ہی شروع کریں۔[٤٧]

امام خامنہ ای مد ظلہ العالی اور بیت المال کی اہمیت

رسول اللہ کی رحلت کے بعد اصحاب اور یاران پیغمبر جنہوں نے جنگوں میں شرکت کی تھی، امتیازات کے حامل تھے کہ بیت المال میں سے انہیں زیادہ حصہ دیے جاتے تھے، ان امتیازات میں سے ایک یہ تھا کہ ان بزرگ صحابیوں کا مقایسہ عوام سے نہیں کیا جاسکتا، اور ان کو عوام کے برابر نہیں سمجھا جاسکتا۔اور یہ نظریہ انحراف کا پہلا قدم تھا، یہاں تک کہ عثمان کا دور خلافت آیا تو اس وقت رسول خدا کے بڑے بڑے نامور صحابی جیسے طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص وغیرہ کہ جن میں سے ہر ایک صاحب فضیلت شمار ہوتے تھے، بڑے سرمایہ داروں میں شمار ہونے لگے۔ان میں سے ایک جب اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کے پاس موجود سونے کو کلہاڑے کے ذریعے جیسے لکڑی کو توڑا کرتے ہیں، توڑ کر ورثاء میں تقسیم کیا جانے لگا۔امیر المؤمنین علیہ لصّلاۃ والسّلام کی دور حکومت شروع ہونے تک یہ حالت رہی تھی، کہ اکثر لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے بن چکے تھے۔[٤٨]

آیت اللہ جوادی آملی سید علی خامنہ ای کے بارے میں ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ نقل فرماتے ہیں: کہ ایک دن ان کی خدمت میں مدعو تھا، جب دستر خوان لگایا گیا، تو اپنے بیٹے سید مصطفیٰ سے کہنے لگے: آپ گھر جاکر کھانا کھائیں۔ میں نے کہا: آقازادہ کو یہاں کھانے کی اجازت دے دیں، تو فرمایا: یہ کھانا بیت المال میں سے ہے، اور آپ بھی بیت المال کا ہی مہمان ہیں، اور بچوں کے لئے بیت المال جائز نہیں ہے کہ اس دستر خوان پر بیٹھ جائے۔ میں نے اس دن سمجھا کہ اللہ تعالی نے انہیں اتنی عزت کیوں عطا فرمائی؟!!![٤٩]

---

۴۷. عبدالواحد امدی، غرر الحکم و درر الکلم، ذیل واژہ عدل.

۴۷۔ صحیفہ امام خمینی رہ جلد۶ ص ۳۳۰

۴۸۔ بیانات در دیدار فرماندہان لشکر ۲۷ محمد رسول اللہ (ص) ۲۰ خرداد ۷۵۔

۴۹۔ کتاب خاطراتی از رہبر فرزانہ انقلاب برای جوانان (از اسد اللہ محمدی نیا

اہمیت بیت المال اور شہدائے آٹھ سالہ دفاع مقدس

شہید سردار کاظم نجفی رستگار

دوپہر کا کھانے کا وقت تھا شہید کاظم زمین پر گرے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو اٹھا کر صاف کرکے کھا رہے تھے میں نے جب یہ حالت دیکھی تو بہت ہی ناراحت ہوا میں نے سلام کے بجائے کہا: بھائی جان ! آپ تو کمانڈر ہیں یہ کیا کر رہے ہیں؟ کھانا آیا ہوا ہے اور سپاہیوں میں تقسیم ہو رہا ہے۔ شہید کاظم نجفی کہنے لگے: وہ کھانا سپاہیوں کے لئے آیا ہے ان کھانوں کو غریب لوگ بہت ہی مشکل سے اپنے مخارج سے نکال کر بھیجتے ہیں، جن میں اسراف کرنا درست نہیں ہے۔[۵۰]

شہید محمد علی رجائی

ایران کے سابقہ صدر شہید محمد علی رجائی جب صدارتی عہدہ پر فائز ہوا تو ان کے گھر کی دیواروں کو کاغذی دیوار چسپانے لگا تو انہوں نے بڑے غصہ میں کہا: سیستان بلوچستان کے دور و دراز علاقوں میں غریب بوڑھے لوگ کے لئے رات کو بچھانے کے لئے کچھ نہیں ہے تو تم لوگ میرے کمرے کو بیت المال سے مزین کرنا چاہتے ہو۔اس کی آدھی قیمت خود ادا کروں گا اور آدھی قیمت اس سے لو جس نے یہ کاغذ دیواری لگانے کا حکم صادر کیا ہے۔[۵۱]

لوگوں کی حکمرانوں سے یہی توقع رہتی ہے کہ وہ بیت المال کو اپنا مال البیت نہ بنائیں کیونکہ یہ بیت المال کسی ملک کے ساری عوام خواہ وہ امیر ہو یا غریب کے ہیں، جن میں ایک مورد میں بھی اقرباء پروری حکمرانوں سے دیکھی گئی تو ان سے عوام کا اعتماد اٹھ جاتا ہے اور ان کی بد گوئیاں شروع ہو جاتی ہے۔

سردار شہید مہدی باقری

ان کے ساتھی کا کہنا ہے کہ یہ لوگ جنگی علاقہ میں سفر پر تھے ایک جگہ بہت گرم ہے لیکن کولر آن کرنے سے وہ منع کرتے ہوئے کہنے لگے: کیا مورچوں میں مجاہدین اور سپاہیاں بھی کولر کے نیچے بیٹھے ہیں کہ تم یہاں کولر میں بیٹھنا چاہتے ہو؟!![۵۲]

محاذ ایریا میں ایک مرتبہ بارش کا پانی چاول کے گودام میں آیا تھا، جسے شہید مھدی باکری دیکھ کر زار زار گریہ کرتے ہوئے کہنے لگے: اگر میں نے اس کی نگرانی کے لئے مناسب حفاظت کرنے والوں کو معین کیا ہوتا تو یہ بیت المال ضائع نہ ہوتا، اب اس کا میں ذمہ دار ہوں اور اس خسارت کا میں ہی مسئول ہوں، میں گناہ کا احساس کرتا ہوں۔ ۵۳

۵۰۔کتاب انتظار، ص۷۰۔

۵۱۔کتاب خاکریز اقدام و عمل ص۱۱، شہید محمد علی رجائی کی زندگی کے حالات سے اقتباس۔

۵۲۔کتاب لالہ ہای بی نشان، شہید سردار مہندس مھدی باکری کی حالت زندگی۔

۵۳۔کتاب سوژہ ہای سخن ۴، ص۲۶۔

شہید حسن عباس

شہید حسن عباس اس قدر بیت المال کے بارے میں حساس تھے کہ وہ چھاونی کے ٹیلی فون سے گھر فون نہیں کرتے تھے، جب ان سے وجہ دریافت کی تو کہنے لگے: کیا تم حاضر ہے کہ ایک تلفن کی وجہ سے میں جہنم کی آگ خریدوں؟!![۵۴]

مسئولین کے لئے عبرت

امیر المؤمنین (ع) نے اپنی پانچ سالہ حکومت کے دوران نہ اپنے لئے ایک اینٹ پر اینٹ رکھا نہ ایک معمولی گھر بنایا، اور نہ ہی سونا چاندی ارث میں چھوڑ کر گئے۔[۵۵]

نتیجہ

من عدل تمکن ۔ جس نے عدالت سے کام لیا، اس میں استقلال اور قدرت آ گئی۔من عدل نفذ حكمه۔ جس نے عدالت کو اپنا پیشہ بنایا، وہی آزاد اور استقلال کا مالک بنا، اس کا حکم نافذ ہوا۔اس کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ من عدل عظم قدره۔ جس نے عدالت کو اپنا پیشہ بنایا، اس کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔من عدل في سلطانه استغني عن اعوانه۔ جس نے عدالت کو اپنایا، وہ اپنے حواریوں سے بے نیاز ہوا۔ من كثر عدله حمدت ايامه۔ جس نے عدالت سے کام لیا، اس کی ہر جگہ مدح سرائی ہوتی ہے۔الْعَدْلُ فَضِيلَةُ السُّلْطَانِ۔ عدالت حکمران کی فضیلت ہے۔ الْمُلُوكُ حُمَاةُ الدِّينِ . حکمران ہی دین کے مددگاروں میں سے ہے۔إِمَامٌ عَادِلٌ خَيْرٌ مِنْ مَطَرٍ وَابِلٍ . عادل امام موسلادار بارش سے بھی زیادہ بابرکت ہے۔ الْعَدْلُ أَفْضَلُ السِّيَاسَتَيْنِ. عدالت ہی بہترین سیاست ہے۔ أَجَلُّ الْمُلُوكِ مَنْ مَلَكَ نَفْسَهُ وَ بَسَطَ [منه] الْعَدْلَ . اعلی ترین بادشاہ وہی ہے جس نے اپنے نفس پر کنٹرول کیا اور عدالت سماج میں عام کیا۔ تَاجُ الْمَلِكِ عَدْلُهُ . زَيْنُ الْمَلِكِ الْعَدْلُ. حاکم کی عدالت اس کے سر کا تاج ہے۔اسی طرح حاکم کی زینت، عدل ہے۔جَمَالُ السِّيَاسَةِ الْعَدْلُ فِي الْإِمْرَةِ وَ الْعَفْوُ مَعَ الْقُدْرَةِ. سیاست کا جمال عوام میں عدل برقرار کرنا اور انتقام کی توانائی کے باوجود عفو درگذر کرنا ہے۔ لَيْسَ ثَوَابٌ عِنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ أَعْظَمُ مِنْ ثَوَابِ السُّلْطَانِ الْعَادِلِ وَ الرَّجُلِ الْمُحْسِنِ. اللہ تعالی کے نزدیک عادل بادشاہ اور احسان کرنے والوں کے ثواب سے بڑھ کر کسی اور کا ثواب نہیں ہے۔سِيَاسَةُ الْعَدْلِ ثَلَاثٌ لِينٌ فِي حَزْمٍ وَ اسْتِقْصَاءٌ فِي عَدْلٍ وَ إِفْضَالٌ فِي قَصْدٍ. عدالت والی سیاست کے تین اصول ہیں: دور اندیشی کے ساتھ ساتھ نرمی، عدالت کا ہر حالت میں قائم کرنا، میانہ روی کے ساتھ احسان کرنا۔ من عدل فی سلطانہ و بذل احسانہ اعلی اللہ شانہ و اعزا اعوانہ۔ جو عدالت اور احسان کے ساتھ حکومت کرے تو اللہ تعالی اس کی عزت اور شان بڑھاتا اور اس کے مددگاروں کو عزیز بناتا ہے۔مَنْ عَمِلَ بِالْعَدْلِ حَصَّنَ اللَّهُ مُلْكَهُ ۔ جس نے عدالت سے کام لیا اللہ تعالی اس کی حکومت کی حفاظت کرتا ہے۔ عادل حکمران کے آنے سے معاشرے کی

۵۴۔ کتاب ستارہ ہای آسمانی، ص ۳۷۔

۵۵۔ الکافی (ط - الإسلامیۃ) ؛ ج ۳ ؛ ص ۵۴۵.

اصلاح ہوتی ہے۔العدل یستدیم المحبہ۔عدالت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس حکومت کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔[۵۶]امام امیر المؤمنین (ع) نے فرمایا: العدل حیاۃ الاحکام عدالت کا اجراء ہونا احکام الٰہی کا زندہ ہونے کا باعث ہے۔عدالت کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: عدل ساعۃٍ خیرٌ من عبادۃ سبعین سنّۃ۔[۵۷]ایک گھنٹہ کی عدالت ستر سال کی عبادت سے بھی زیادہ افضل ہے۔[۵۸]جب عدالت انسان کے اندر ملکہ بن جاتا ہے تو اسی کی وجہ سے وہ واجبات کو ادا اور محرمات سے دوری اختیار کرتا ہے۔در حقیقت عدالت ایک ایسی روحانی اور معنوی صفت ہے جو مومن کو تمام گناہوں سے دور اور اطاعت پروردگار سے نزدیک کرتی ہے۔مولا امیر المومنین فرماتے ہیں: عدالت عقلمندی کی علامت ہے: من علامات العقل، العمل بسنۃ العدل۔[۵۹]اور جب آپ ہی سے سوال ہوا: عاقل کون ہے؟تو فرمایا: ھو الّذی یضع الشیء مواضعہ۹۳جو ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھتا ہے وہی عاقل ہے۔امام کاظمؑ اور امام صادقؑ سے روایت ہے: عدالت عقل کے لشکر میں سے ہے اور ظلم و جور جہالت کے سپاہیوں میں سے ہے۔[۶۰]اسی لئے مولا نے فرمایا: « لایری الجاھل الّا مفرطاً أو مفرّطا۔۹۵جاہل ہمیشہ دو حالتوں میں پائیگا: یا وہ زیادہ روی کر رہا ہوگا یا کم کاری۔یا غلو کر رہا ہوگا یا تقصیر کا شکار ہوگا۔جیسے خوارج کا گروہ۔الغرض زندگی کے مختلف شعبوں میں عدالت کا قائم کرنے کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔۹۶اور جس معاشرہ میں عدالت برقرار نہ ہو تو وہ ہلاکت میں پڑ جاتا ہے جیساکہ مولا علی نے فرمایا:الجور ممحاۃ۔[۶۱]ظلم وجود رمحو اور نابود کنندہ ہے۔ إِذَا بَنَى الْمَلِكُ عَلَى قَوَاعِدِ الْعَدْلِ وَ دَعَمَ بِدَعَائِمِ الْعَقْلِ نَصَرَ اللَّهُ مُوَالِيَهُ وَ خَذَلَ مُعَادِيَهُ .[۶۲]جب حاکم عدالت کے پابند ہو جائے اور عقل سے کام لے تو اللہ تعالی اس کے چاہنے والوں کی مدد کرتا ہے اور اس کے دشمنوں کو ذلیل کرتا ہے۔ عَدْلُ السُّلْطَانِ حَيَاةُ الرَّعِيَّةِ وَ صَلَاحُ الْبَرِيَّةِ .حاکم کی عدالت لوگوں کی زندگی اور مخلوقات کا اصلاح ہے۔

امیر المومنینؑ نے عدالت کا اجراء کرنے میں اس قدر کوشش کی کہ تاریخ نے لکھا: علی اپنی سخت عدالت کی وجہ سے قتل ہوا۔ قتل فی محرابہ لشدت عدلہ۔اور تاریخ کے صفحات پر علیؑ کا نام گرامی عدل اور عدالت کے ساتھ قرین ہے،اسی لئے جارج جرداق مسیحی صوت عدالۃ الانسانیہ نامی کتاب میں لکھتا ہے اگر علی نہ ہوتے تو تاریخ میں عدالت کا مصداق ملنا مشکل ہو جاتا۔

---

۱۸. عبدالواحد امدی، غرر الحکم و درر الکلم، ذیل واژہ عدل.

۱۹. بحار الانوار، ج۷۵، ص۳۵۲۔

۲۰. غلام رضا گلی زوارہ قمشہ ای، نشریہ پاسدار اسلام ۱۳۸۵ شمارہ ۲۹۷ تاریخ انتشار :پنج شنبہ ۱۳ اسد ۱۳۹۸ ۱۲:۱۰

۲۱. غرر الحکم، ص۳۰۶۔

۲۲. اصول کافی، ج۱، ص۲۲-۲۱؛ تحف العقول، ص۲۹۶۔

۲۳. غرر و درر آمدی، ج۱، ص۶۵۔

۲۴. تصنیف غرر الحکم و درر الکلم، باب مدح عدالت؛ ص۴۴۶.

عدالت کے فوائد [۲۵] اور عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: الْعَدْلُ رَأْسُ الْإِيمَانِ وَ جِمَاعُ الْإِحْسَانِ [وَ أَعْلَى مَرَاتِبِ الْإِيمَانِ] ایمان کا سر عدالت ہے اگر عدالت نہ ہو تو ایمان مردہ ہے۔ لوگوں کے ساتھ عدالت سے پیش آنا ایمان کا سر یا اس کی بنیاد ہے اور عدالت تمام احسانات کا مجموعہ اور ایمان کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ الْعَدْلُ مَأْلُوفٌ الْجَوْرُ عَسُوفٌ۔ عدل دلپذیر ہے اور ستم دلگیر ہے الْعَدْلُ يُرِيحُ الْعَامِلَ بِهِ مِنْ تَقَلُّدِ [تَقْلِيدِ] الْمَظَالِمِ عدالت، عدالت پیشہ لوگوں کو ظالموں کی تقلید سے بچاتی ہے۔ اعْدِلْ فِيمَا وُلِّيتَ اشْكُرْ لِلَّهِ [اللَّهَ] فِيمَا أُولِيتَ۔ جن پر تمہیں حاکم بنایا ان کے درمیاں عدالت قائم کرو اور جو چیز تمہیں عطا ہوئی ہے اس پر شکر بجالاو۔ إِنَّ مِنَ الْعَدْلِ أَنْ تُنْصِفَ فِي الْحُكْمِ وَ تَجْتَنِبَ الظُّلْمَ ۔ بے شک حکم دینے میں انصاف سے کام لینا اور ظلم کرنے سے اجتناب کرنے کا نام عدل ہے۔ شَيْئَانِ لَا يُوزَنُ ثَوَابُهُمَا الْعَفْوُ وَ الْعَدْلُ۔ دو گراں بہا چیریں ایسی ہیں جن کا ثواب شمار نہیں کر سکتا ، وہ عفو اور عدل ہے۔ فِي الْعَدْلِ سَعَةٌ وَ مَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ أَضْيَقُ۔ اور جو بھی عدالت کے اجراء کرنے سے تنگ آجائے تو ظلم و ستم تو اس کے لئے اس سے بھی زیادہ تنگ تر ہو جائے گا۔ الْقِسْطُ خَيْرُ الشَّهَادَةِ۔ عدل یعنی بہترین گواہی دینے کا نام ہے۔ أَحْسَنُ الْعَدْلِ نُصْرَةُ الْمَظْلُومِ ۔ بہترین عدالت، مظلوم کی مدد کرنا ہے۔ فِي الْعَدْلِ صَلَاحُ [إِصْلَاحُ] الْبَرِيَّةِ۔ عدالت ہی کی وجہ سے لوگوں کا اصلاح ہوتا ہے۔ ملاك السياسة العدل۔ حکمرانی کا ملاک ہی عدالت ہے۔ العدل اقوی اساس؛ عدالت محکم ترین بنیاد ہے۔ العدل حياة الاحكام۔ احکام و قوانین عدالت ہی کی وجہ سے زندہ ہوتے ہیں۔ خير السياسات العدل؛۔ حکومت کرنے کا بہترین طریقہ عدالت ہے۔ مِنْ عَلَامَاتِ الْعَقْلِ الْعَمَلُ بِسُنَّةِ الْعَدْلِ ۔ عدالت کے ساتھ برتاو کرنا عقل مندی کی علامت ہے۔ لَا عَدْلَ أَفْضَلُ مِنْ رَدِّ الْمَظَالِمِ. رد مظالم سے بڑھ کر کوئی عدالت نہیں ہے۔ الْمُوَاسَاةُ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ. بہترین عمل عدالت کے ساتھ پیش آنا ہے۔ بِالْعَدْلِ تَتَضَاعَفُ الْبَرَكَاتُ. عدالت ہی کی وجہ سے برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

پس جس سماج یا اجتماع میں عدالت قائم ہو، اس سماج میں نکھار، خوشحالی، آرام و سکون، اچھے اخلاق اور کردار، دوستی، پیدا ہو جاتی ہے اور عداوت، دشمنی، بداخلاقیوں، کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور اجتماع ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عدالت ہی لوگوں کی زندگیاں گزارنے کے لئے مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ کسی اجتماع کی نابودی، یا سقوط اس کے مکانات، محلات اور شہروں کا سقوط کرنا نہیں بلکہ اس اجتماع میں ظلم و ناانصافی، اور تبعیض کا رواج پانا ہے۔ ہر دور میں بر سر اقتدار آنے والی ہر حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ بیت المال کی تقسیم میں کوئی اقرباء پروری یا پارٹی بازی نہ ہوں بلکہ ہر ایک کے لئے اپنی اپنی صلاحیت اور استعداد کے حساب سے عادلانہ طور پر حصہ دیا جائے۔ اور جتنا ممکن ہو، بیت المال میں سے زیادہ خرچ نہ کرے، ورنہ اس پر مجازات اور سزا ہوگا کیونکہ ایک ایک پایے کا اللہ کی بارگاہ میں حساب دینا پڑے گا۔ اس لئے بیت المال کو قدر کی نگاہ سے دیکھے جائے۔ اور اسے مصالح مسلمین

---

۲۵. تصنیف غرر الحکم ودرر الکلم، ص: ۳۴۰.

سے مربوط کاموں پر خرچ کیا جائے نہ حکمران اپنی شان وجلال پر خرچ کرے۔ یہ بیت المال کا مسئلہ معمولی مسئلہ نہیں ہے، اسلام کا قانون ہے کہ یہ صرف بہ حد ضرورت خرچ کیا جائے۔[۶۴]

لیکن افسوس ہمارے حکمران اپنی عیاشی کے لئے بیت المال کو مال البیت میں تبدیل کرتے ہیں.

لہٰذا ہمارے حکمرانوں کو امام علی کے اس فرمان پر توجہ دینی چاہئے کہ آپ فرماتے ہیں: اے لوگو! میں تمہارے شہر میں ایک لباس زیب تن کئے ایک مرکب پر سوار ہو کر آیا ہوں، پس اگر میں اس شہر سے خارج ہوتے وقت ان دونوں چیزوں کے علاوہ کچھ اور ساتھ لے کر نکل جاوں تو جان لیں میں نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے۔[۶۵]

آٹھ سال دفاع مقدس کے دوران ایک ۱۴سالہ سپاہی عراق کی طرف سے ماین [بم] بچھائے ہوئے میدان سے گزرنا تھا اور موت یقینی تھی، کچھ قدم میدان کی طرف جانے کے بعد واپس پلٹ آیا، تو دوسروں نے سوچا کہ یہ ڈر کے مارے واپس آرہا ہے۔ لیکن وہ اپنا جوتا اتار کر دیتے ہوئے چھوڑ جاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جوتا بیت المال سے کچھ دن پہلے لیا تھا، اس لئے اسے ضائع نہیں کرنا چاہتا، یہ کہہ کر دوبارہ میدان کی طرف چلے گئے اور کبھی واپس نہیں آئے، ہاں ان کے مقابلے میں ایک شخص کچھ سال پہلے بیت المال سے ۱۲ملیارد چوری کرکے بیرون ملک فرار ہوا، وہ بھی پھر واپس نہیں آیا!!!

اللہ کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہے کہ ہمیں بھی ان شہداء کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

۶۴۔ صحیفہ امام خمینی» جلد ۱۹» صفحہ ۳۷۴ و ۳۷۵۔

۶۵۔ المناقب، ج ۲، ص ۹۸۔

فہرست منابع

قرآن کریم

۱. ابن اِبی الحدید، عبد الحمید بن ہبہ اللہ، شرح نہج البلاغۃ لابن اِبی الحدید، مکتبۃ آیۃ اللہ المرعشی النجفی - قم، چاپ: اول، ۱۴۰۴ق۔

۲. ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۴۴۲؛ ابن جوزی، تذکرہ الخواص، ص ۱۰۸ واربلی، کشف الغمۃ، ج ۱، ص ۲۳۰۔

۳. ابن بابویہ، محمد بن علی، علل الشرائع، ۲ جلد، کتاب فروشی داوری - قم، چاپ: اول، ۱۳۸۵ش/۱۹۶۶م۔

۴. ابن منظور، جمال الدین؛ لسان العرب، نشر ادب الحفدہ، ۱۴۰۵۔

۵. اِبو بکر اِحمد بن الحسین بن علی البیہقی السنن الکبری وفی ذیلہ الجوہر النقی، ،الناشر: مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الہند بلدۃ حیدر آباد.

۶. اربلی، علی بن عیسی، کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ (ط - القدیمۃ)، بنی ہاشمی - تبریز، چاپ: اول، ۱۳۸۱ق۔

۷. آمدی، عبد الواحد؛ غرر و درر الکلم، بیروت، مؤسسہ الاعلمی، ۱۳۶۶۔

۸. بررسی مبانی اقتصادی اسلامی، ص ۱۶۔

۹. بیانات در دیدار فرماندہان لشکر ۲ محمد رسول اللہ (ص) ۲۰ خرداد ۷۵۔

۱۰. تاریخ فلسفہ سیاسی، ج ۱، ص ۱۰۹۔

۱۱. ثقۃ الاسلام کلینی، الکافی، ۸ جلد، دار الکتب الاِسلامیۃ تہران، ۱۳۶۵ ہجری شمسی

۱۲. خمینی، روح اللہ؛ صحیفہ نور، وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۵۷۔

۱۳. ذیشان حیدر جوادی؛ ترجمہ نہج البلاغہ، خط نمبر ۴۳۔

۱۴. راغب اِصفہانی، حسین بن محمد تاریخ وفات مؤلف: ۴۰۱ق، مفردات اِلفاظ القرآن نویسندہ: ناشر: دار القلم - الدار الشامیۃ مکان چاپ: بیروت - چاپ: ۱۴۱۲ق

۱۵. سید محمد کاظم یزدی؛ حاشیہ المکاسب، عبد العظیم، دار المصطفیٰ لاحیاء التراث، ۱۴۲۴۔

۱۶. شرح حدیث جنود و عقل و جہل، امام خمینی، ص ۱۵۱۔

۱۷. شمس الدین الجزری الشافعی؛ اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی ابن ابیطالبؑ، مکتبۃ الامام امیر المؤمنین، العامہ، اصفہان،

۱۸. شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، تفصیل وسائل الشیعۃ مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام - قم، چ ۱، ۱۴۰۹ق

۱۹. شیخ کلینی؛ یعقوب؛ کافی و فروع کافی، دار المکتبہ اسلامیہ، چ ۳، ۱۳۸۸ھ۔

۲۰. طباطبایی، سید محمد حسین (۱۴۰۲ق)، المیزان فی تفسیر القرآن، ترجمہ موسوی ہمدانی، قم، دفتر انتشارات اسلامی، چاپ پنجم.

۲۱. علامہ محمد تقی جعفری، ترجمہ و تفسیر نہج البلاغہ،

۲۲. غلام رضا گلی زوارہ قمشہ ای، نشریہ پاسدار اسلام ۱۳۸۵ شمارہ ۲۹۷ تاریخ انتشار: پنج شنبہ ۱۳ اَسد ۱۳۹۸ ۱۲: ۱۰

۲۳. فرہنگ عمید۔
۲۴. کتابہای انتظار، خاطراتی از رہبر فرزانہ انقلاب برای جوانان (از اسداللہ محمدی نیا، خاکریز اقدام و عمل، شہید محمد علی رجائی کی زندگی کے حالات سے اقتباس ستارہ ہای آسمانی، لالہ ہای بی نشان، شہید سردار مہندس مہدی باکری کی حالت زندگی۔ از سایت گرفتم۔
۲۵. کمرہ ای؛ میرزا خلیل؛ ملکہ اسلام فاطمہ الزہرآء، مؤلف، ۱۳۴۸ش۔
۲۶. مفید، محمد بن محمد، الأمالی (للمفید)، اجلد، ص ۲۳۴ کنگرہ شیخ مفید - قم، چاپ: اول، ۱۴۱۳ق.
۲۷. نہج السّعادۃ فی مستدرک نہج البلاغہ، محمّد باقر محمودی، دار التعاریف، بیروت، ۱۳۹۶ق۔